© rasailojaraid.com

برما، اراکان اور روہنگیا کا مختصر تعارف

روہنگیا مسلمانوں کا قصہ درد والم

مولانا نورالبشر محمد نورالحق

محل وقوع:

میانمار (برما) براعظم ایشیا کا زرخیز ترین ملک ہے اس کے مشرق میں تھائی لینڈ، لاؤس اور چین کے کچھ علاقے، مغرب میں خلیج بنگال، آسام اور بھوٹان، جنوب میں ملائشیا اور بحر ہند جبکہ شمال میں کوہ ہمالیہ واقع ہے۔

آبادی:

برما کی موجودہ آبادی چھ کروڑ، دولاکھ، اسی ہزار افراد پر مشتمل ہے، جن میں 75 فیصد بدھ مت کے پیروکار، 22 فیصد مسلمان اور باقی 3 فیصد دیگر اقلیات ہیں۔

اراکان اور روہنگیا:

اراکان برما کے 14 صوبوں میں سے ایک ہے، یہ دریائے ناف کے کنارے آباد ہے، یہ دریا بنگلہ دیش کے خطہ چٹا گانگ اور برما کے حصہ اراکان کے درمیان سرحد کی حیثیت رکھتی ہے۔ یہاں عباسی خلیفہ ہارون رشید کے زمانہ میں کچھ عرب تاجر آئے تھے، مقامی لوگوں کے ساتھ بودوباش اختیار کرنے کی وجہ سے یہاں اسلام کی اشاعت ہوئی، یہاں کی قوم ''روہنگیا'' کہلائی اور ان کی زبان کو ''روہنگیا زبان'' کہا جانے لگا۔ یہ 788 عیسوی کا واقعہ ہے، 1504 عیسوی میں یہاں کچھ ایرانی النسل باشندے بھی آباد ہوئے، اسی طرح یہاں 13 ویں صدی عیسوی میں ترکی النسل لوگ بھی آئے۔ 1660 عیسوی میں مغلیہ خاندان کے غوری (پٹھان) مسلمانوں نے بھی یہاں پناہ گزینی اختیار کی، اورنگزیب عالمگیر کے چھوٹے بھائی شاہ شجاع یہاں برسوں حکمرانی کر چکے ہیں۔

روہنگیا مسلمان:

اراکان اور روہنگیا قوم کی ابتدا ''اسلام'' ہے یہ ابتدا میں ایک چھوٹی سی اسلامی ریاست تھی جہاں کے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

سکوں اور سرکاری دستاویزات میں کلمہ اسلام کندہ ہوتا تھا۔اس کے پڑوس میں نام نہاد امن وآشتی کے پرچار کرنے والے گوتم بدھ کے پجاریوں کا ملک واقع تھا۔یہ 1784 عیسوی میں اس وقت کے بدھسٹ برمی راجہ بودوپھیہ نے شب خون مارکر''اراکان''پراپنا تسلط جمالیا،اس طرح''اراکان'' کی اسلامی ریاست کو برما کا حصہ بنادیا گیا۔

اراکان ایک داستان لہورنگ:

جب 1784 عیسوی میں برمی راجہ بودوپھیہ نے اراکان پر قبضہ کیا تو بڑے پیمانے پر روہنگیا مسلمانوں کا قتل عام کیا۔1824 عیسوی میں برطانیہ نے برما سمیت اراکان پر قبضہ کرلیا،20ویں صدی کے نصف میں دوسری جنگ عظیم لڑی گئی جس میں مگھ جاپان کے ساتھ تھے،جبکہ مسلمانوں نے آزادی کی شرط پر برطانیہ کی حمایت کی تھی۔

مارچ 1942 عیسوی اراکان کے ضلع اکیاب (حالیہ sittwe) میں بدھسٹوں کی ایک انتہا پسند تنظیم کی جانب سے مسلمانوں کے خلاف منظم انداز میں فسادات شروع ہوئے، دہشت کا یہ کھیل تقریبا 3 ماہ تک جاری رہا،مارچ 1942 عیسوی سے جون 1942 تک تقریبا 1,50,000 (ڈیڑھ لاکھ) مسلمان شہید اور 5,00,000 (پانچ لاکھ) مسلمان بے گھر ہوئے۔

4 جنوری 1948ء کو برطانوی اقتدار کا سورج برما سے بھی غروب ہوا۔اس سے تقریباً 6 ماہ قبل پاکستان اور ہندوستان کو بھی آزادی ملی۔

''اراکان'' کے مسلمانوں کا رجحان بلکہ پوری کوشش یہی تھی کہ اراکان کے خطہ کو برما کے ساتھ منسلک کرنے کے بجائے پاکستان کے ساتھ ملحق کیا جائے،اس سلسلے میں ایک وفد نے دہلی میں قائداعظم محمد علی جناح سے ملاقات کی،اس وفد میں مسٹر امراء میاں صاحب،مسٹر ظہیر الدین (علیگ)،مسٹر وجیہ اللہ صاحب اور مسٹر مسیح الدین صاحب خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔''

ان حضرات نے مسٹر جناح کے سامنے مدعا پیش کیا،دوسری طرف آزادی برما کے قائد موجودہ وزیر اعظم آنگ سانگ سوچی کے والد نے قائداعظم کے پاس وفد بھیج کر یقین دلایا کہ ان مسلمانوں کے برما کے ساتھ رہنے میں ہی فائدہ ہے،ان کو ہر قسم کے تحفظ کے ساتھ سارے حقوق بھی ملیں گے۔قائداعظم نے معذرت کرلی اور اپنی مجبوریاں ظاہر کیں،اس طرح اراکان کی ریاست عملاً پاکستان کے ساتھ ملحق ہونے سے رہ گئی،لیکن وہاں کے ہر فرد کا دِل پاکستان ہی کے ساتھ دھڑکتا رہا۔جب تک پاکستان کی عملداری رہی، وہاں کے مسلمانوں کو سہارا ملتا رہا اور

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اراکانی مسلمانوں نے بھی ہمیشہ اپنی محبت اور تعلق کا ثبوت دیا۔ حقیقت یہ ہے کہ اراکان کے مسلمانوں کے پر آج تک جو بھی مظالم ڈھائے جارہے ہیں وہ پاکستان سے محبت اور تعلق کی قیمت ہی ہے۔

1948ء میں آزادی کے بعد مسلمانوں نے اس ملک کی ترقی میں کردار ادا کرنا شروع کیا لیکن دو سال بعد 1950ء میں اراکانی مسلمانوں پر ظلم وتشدد کا نئے سرے سے آغاز ہوگیا۔ ہزاروں مسلمان شہید ہوئے اور ہزاروں لاپتہ ہوگئے۔ اس موقع پر بہت سے اراکانی مسلمان ہجرت کر کے مشرقی پاکستان میں پناہ لے چکے تھے۔

اس دوران مسلمانانِ اراکان نے اپنے دفاع کی بھی کوشش کی، اس سلسلے میں انہوں نے برمی حکومت اور ملٹری کے خلاف ہتھیار اٹھائے، پہلے پہل تو برمی حکومت نے بزورِ طاقت اس تحریک کو کچلنے کی کوشش کی لیکن ناکامی کی وجہ سے دوسری پالیسی اختیار کرتے ہوئے انہیں ہتھیار ڈالنے پر آمادہ کیا، اس موقع پر برمی حکومت اور فوجی ذمہ داروں نے کھلے الفاظ میں اراکان کے روہنگیا مسلمانوں کے برمی باشندے ہونے، ان کے تمام تر حقوق دینے اور ان کے ساتھ کسی قسم کے امتیازی سلوک نہ کرنے کی یقین دہانی کرائی، اس موقع پر برمی ملٹری کے ذمہ داران کی تقاریر وخطاب پر مشتمل ایک دستاویز بھی تیار کی گئی جس کا نام ''مے یو کا مستقبل'' ہے۔

یہ دستاویزات دراصل دو تقریریں ہیں جو کرنل اوں جی اور سومینٹ نے جولائی 1961ء کو اراکان کے سرحدی شہر ''منگڈو'' میں ہزاروں روہنگیا مسلمانوں کے اجتماع میں کی تھیں۔

اس کتابچہ میں شامل دونوں تقریریں برمی زبان میں تھیں، چنانچہ برمی زبان میں ان کو شائع کروا کر بڑے پیمانے پر تقسیم کیا گیا۔ چوں کہ اراکان کے روہنگیا مسلمانوں کی علمی زبان اردو چلی آرہی تھی اس لئے اس وقت کی برمی حکومت نے مسلمانوں کو رام کرنے کے لئے اس کا اردو ترجمہ کروا کر بڑی تعداد میں تقسیم کیا۔

اس دستاویز میں دونوں کرنلوں نے کھلے الفاظ میں نہایت صراحت کے ساتھ اراکان کے روہنگیا مسلمانوں کے برمی شہری ہونے کا اعتراف کیا، ناانصافیوں کے ازالے کے وعدے کئے اور ہر قسم کے حقوق اور تحفظ دینے کی یقین دہانی کرائی۔

لیکن ابھی اس کی سیاہی خشک ہونے نہیں پائی تھی کہ 1962ء میں جنرل ''نیون'' کا فوجی انقلاب برپا ہوگیا۔ اور پھر مسلمانوں کو تہہ تیغ کیا جانے لگا، مسلمان بھی اپنے دفاع کی کوشش کرتے رہے اور پاکستان کی پناہ لیتے رہے۔

پھر 1971ء میں پاکستان کا یہ مشرقی بازو کٹ گیا تو ایک دفعہ پھر یہ مسلمان بے آسرا ہوگئے، چنانچہ 1978ء میں برما کی حکومت نے اپنے ان باشندوں کے خلاف خونی آپریشن کیا، ایک لاکھ سے زائد مسلمانوں کو

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

شہید کیا گیا اور پانچ لاکھ بے گھر ہو بنگلہ دیش پناہ گزیں بن گئے۔

برمی حکومت نے اب بھوٹان، نیپال، بھارت اور بنگلہ دیش نے مگھ اور بدھسٹوں کو اس علاقے میں آباد کرنا شروع کر دیا۔

1982ء میں ان مسلمانوں کے تابوت میں آخری کیل بھی ٹھونک دی کہ بیک جنبشِ قلم پوری روہنگیا قوم کی شہریت منسوخ کر دی اور ان کو غیر ملکی قرار دیا۔

1991ء میں ایک دفعہ پھر ان مسلمانوں کے خون سے ہولی کھیلی گئی، ہزاروں مسلمان شہید اور ساڑھے تین لاکھ جلا وطن ہونے پر مجبور ہوئے۔

یہ پناہ گزیں بے آسرا اور خانماں برباد لوگ کس طرح جانوروں کے دڑبے میں رہ رہے ہیں اور سالہا سال سے ذلت آمیز زندگی گزار رہے ہیں، یہ منظر کوئی مضبوط دل گردے والا ہی دیکھ سکتا ہے۔

صرف یہی نہیں بلکہ ہر پانچ دس سال میں اس قسم کے آپریشن ہوتے رہے ہیں۔ برمی حکومت کی پالیسی یہ رہی ہے کہ باہر سے کسی بھی فرد کو خواہ وہ کتنی ہی وی آئی پی شخصیت ہی کیوں نہ ہو۔ اراکان میں داخل ہونے کی اجازت نہیں دیتی، اس طرح اندرونی مظالم کی خبریں باہر نہیں آسکتیں، حتیٰ کہ اراکان کے علاوہ دیگر صوبوں میں بسنے والے مسلمانوں سے بھی اراکان کی خبریں بلیک آؤٹ رہتی ہیں، برمی حکومت اپنے ملک کے باشندوں تک کو باخبر ہونے نہیں دیتی۔

اسی طرح ان بے سہارا مسلمانوں کو پوری دنیا میں طاق نسیاں میں ڈال دیا، یہاں کے مسلمانوں کے چیخنے چلانے اور رونے دھونے کی آواز بھی مہذب دنیا میں نہیں پہنچتی اور اگر کسی طرح پہنچ بھی جائے تو ان کے حق میں کہیں کوئی توانا آواز نہیں اٹھتی (باقی آئندہ)۔

© rasailojaraid.com